© rasailojaraid.com

پروفیسر طفیل دارا

اقبال اور حیدر آباد (دکن) کی ملازمت کا مسئلہ

اقبال کا علم و لیاقت کسی سے مخفی نہیں۔ فلسفے میں انھوں نے نظریۂ خودی کا اضافہ کرکے اپنے آپ کو بین الاقوامی شخصیت کی حیثیت سے منوایا۔ ملی نقطۂ نگاہ سے انھوں نے اسلامی روح کے احیا کے لیے جو کچھ کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے، وہ اس فریضے کی ادائگی میں یورپ سے واپسی سے لے کر تا دمِ مرگ منہمک رہے۔ اپنے غیر معمولی علم و لیاقت اور اپنے ملک کے علاوہ یورپ سے بھی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنے کے باوجود ساری عمر اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے کوئی جد و جہد نہ کی بلکہ وہ اپنی ملی منفعت کی سوچ کو اشعار میں سمو کر پیش کرتے رہے۔

اکلِ حلال کے حصول پر آج تک کسی مذہب، فکر یا تحریک نے پابندی نہیں لگائی۔ اقبال نے بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق اکلِ حلال کے حصول ہی کو جا بجا بیان کیا ہے، مگر فکرِ اقبال کی تشریح کرنے والوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جس نے اقبال کو ایک گوشت پوست کے اور بیوی بچوں والے انسان کو ایک فرشتہ بنا دیا ہے جسے کوئی دنیاوی احتیاج نہیں، حالاں کہ اقبال بھی ایک انسان ہونے کے ناتے سے دنیاوی حوائج کے پابند تھے۔ ان حوائج کو پورا کرنے کے لیے روپے کی ضرورت ہوتی ہے، اور اقبال کی وکالت سے حاصل ہونے والی آمدنی کا یہ حال تھا کہ آپ کسی جھوٹے مقدمے کی پیروی ہرگز نہ کرتے تھے۔ وکالت سے جھوٹے مقدمات خارج کر دینے سے باقی جو مقدمات رہ جاتے ہیں وہ سب کو بخوبی معلوم ہیں۔ سو اپنے اس اصول کی پابندی سے اقبال کی آمدنی ہمیشہ قلیل ہی رہی، اور وہ ہمہ تن اور ہمہ وقت ملی شاعری میں مصروف رہے۔ یہ وہ حالات تھے جن میں گھرے ہوئے اقبال نے حیدر آباد (دکن) کے ہائی کورٹ کے جج سید ہاشم بلگرامی کی وفات پر اس منصب کی خواہش کی، مگر اقبال کے فکر کی تشریح کرنے والے ایک گروہ نے اسے ایک طرح سے اقبال کی خود اپنی تعلیم یعنی نظریۂ خودی کے خلاف قرار دیا اور کہا کہ اقبال کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں، حالاں کہ ان کا یہ کہنا فکرِ اقبال سے عدمِ واقفیت اور روحِ اسلام سے بے علمی کے مترادف ہے، کیونکہ اقبال اسلامی توکل پر شاکر ہیں اور اس توکل کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ میسر آئے اس پر اپنے خدا کا شکر ادا کرے اور آئندہ کے لیے خدا سے ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بہتر اور وافر طلب کرے، نیز اس کے لیے اسلامی حدود کے اندر رہ کر اپنی استعداد کے مطابق پوری طرح کوشاں بھی ہو۔ سو اس اعتبار سے حیدر آباد (دکن) کی ججی کے حصول کے لیے انھوں نے اگر کچھ کیا ہے تو وہ عین حق اور جائز تھا۔

اس سلسلے میں اقبال نے کسی کی نہ تو خوشامد کی اور نہ مدح سرائی، بلکہ ان کی تحریروں سے جا بجا واضح ہے کہ وہ اپنی کوشش کے باوصف شرفِ انسانیت کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کا تصور تک بھی نہیں کرتے۔

اقبال کے نظام حیدر آباد (دکن) کے پیش کار اور وزیرِ اعظم مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر شادؔ سے مارچ ۱۹۱۰ء سے گہرے تعلقات چلے آتے تھے۔ مذکورہ ججی کے سلسلے میں اقبال نے مہاراجہ موصوف کی توجہ ضرور ادھر مبذول کرائی اور چاہا کہ وہ نظام حیدر آباد تک ان کے بارے میں سب کچھ پہنچا دیں تاکہ انھیں یہ منصب حاصل کرنے میں سہولت میسر آ جائے، مگر مہاراجہ سرکشن پرشاد اپنی مجبوریوں، حیدر آباد کی درباری سازشوں اور انگریز کی مسلم دشمن مداخلت کی وجہ سے اقبال کے لیے کارآمد نہ ثابت ہو سکے۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد کے علاوہ مولانا شیخ غلام قادر گرامی سے بھی گہرے دوستانہ تعلقات تھے اور مولانا گرامی (جالندھری) نظام حیدر آباد (دکن) کے درباری شاعر تھے۔ اقبال نے مذکورہ ججی کی طرف گرامی کو بھی متوجہ کیا، مگر اقبال کے واسطے گرامی کے تمام تر خلوص و محبت کے باوجود وہ ان کے لیے کچھ نہ کر سکے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اقبال کے مولانا گرامی اور مہاراجہ سرکشن پرشاد شادؔ کے نام خطوط میں سے مذکورہ ججی سے متعلق حصے من و عن پیش کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین خود ہی یہ فیصلہ کر سکیں کہ اس سلسلے میں اقبال نے اپنے فکر کی کہیں بھی تردید یا نفی کی ہے؟

اقبالؒ نے لاہور سے ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء کو مولانا گرامی کو ایک خط لکھا جس میں کئی ایک دوسری باتوں کا ذکر کرنے کے بعد آخری پیرے میں لکھتے ہیں:

"حیدر آباد ہائی کورٹ میں ججی خالی ہوئی ہے، یعنی سید ہاشم بلگرامی انتقال کر گئے۔ پنجاب کے ایک احباب نے میرا نام اس جگہ کے لیے تجویز کیا ہے۔ کئی لوگوں نے مجھ سے پوچھا ہے، لیکن مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں۔ عرصہ ہوا حیدری[۱] صاحب سے خط و کتابت بھی نہیں ہوئی۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد کا خط ورنگل سے آیا تھا۔ غالباً وہ اور حضور نظام اب بمبئی میں ہوں گے۔[۲]"

---

[۱] سر اکبر حیدری۔ بعد کو وزیر اعظم حیدر آباد (دکن) ہوئے۔

[۲] مکاتیبِ اقبال، بنام گرامی۔ ص ۱۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال کے خط سے لیے گئے مذکورہ اقتباس پر تبصرہ کرتے ہوئے عبداللہ قریشی صاحب لکھتے ہیں :

"سید ہاشم بلگرامی کے انتقال سے حیدر آباد ہائی کورٹ میں جو ججی خالی ہوئی تھی، اس کے لیے میونسپل گز، لاہور کے ایڈیٹر منشی دین محمد نے اقبال کا نام تجویز کیا تھا اور اسی مضمون کا ایک خط مہاراجہ سرکشن پرشاد کی خدمت میں بھی بھیجا تھا۔ مہاراجہ نے ان کے عریضے کے جواب میں جو کچھ لکھا تھا، اس کا شکریہ اقبال نے ۱۸ مارچ ۱۹۱۷ء کے خط میں ادا کیا تھا[۵۳]. . . . پنجاب اور یو۔پی کے اخباروں میں چرچا ہوا تو دور دور سے مبارک باد کے خط بھی اقبال کے پاس آ گئے . . . . اخبار مخبر دکن سے جب یہ معلوم ہوا کہ حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی کے لیے تین نام حضور نظام کے سامنے پیش کیے گئے ہیں، جن میں ایک نام اقبال کا بھی ہے، تو اقبال نے اس خیال سے کہ ان کا نام اور ناموں کے ساتھ پیش ہوا ہے اور یہ ایک قسم کا مقابلہ ہے، اپنی تعلیمی فتوحات اور تصنیفی خصوصیات کا نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ کر ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء کو مہاراجہ سرکشن پرشاد کی خدمت میں ارسال کیا[۵۴] . . . . مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ اقبال کے لیے کوئی ایسی مشغولیت آ جائے جو ان کے اصل کام پر اثر انداز ہو۔"

اس کے بعد اقبال نے کچھ خطوط میں مولانا گرامی کو لکھا کہ وہ مذکورہ ججی کے سلسلے میں ان کے لیے نظام دکن کے حضور اپنا اثر و رسوخ استعمال میں لائیں۔ ان خطوط کے ججی کے متعلق حصے درج ذیل ہیں :

"میرے حیدر آباد جانے کی خواہش تو آپ کو ایک عرصے سے معلوم ہے۔ مجھے عجب نہیں کہ آپ کا جذب دل رنگ لائے اور کوئی سامان پیدا ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو آپ کی قاربینت سے استفادہ کا موقع ملے گا۔ اخبار میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کا مجھے کوئی علم نہیں، اور نہ حیدر آباد کے حالات سے واقفیت ہے۔ آخر وہاں کئی اس عہدہ کے امیدوار ہوں گے اور وہاں کی گورنمنٹ حیدر آبادیوں کو چھوڑ کر ایک غیر ملکی کو کیوں ترجیح دے گی! مجھے معلوم ہوا ہے کہ جس اخبار میں میرے متعلق لکھا گیا تھا، اس کی کاپیاں حیدر آباد کے بعض امرا کے نام بھیجی گئی ہیں اور اخبار بھی لکھ رہے ہیں۔ مہاراجہ بہادر کو اس واسطے کی ضرورت نہیں کہ ان کو اخبار سے خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ حیدری صاحب کمزور آدمی ہیں۔ اگر وہ کوشش کریں تو ممکن ہے، اس معاملہ میں میرا لکھنا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ان کو لکھنے سے فائدے کی توقع ہے

---

۵۳ یہ جواب دستیاب نہیں ہو سکا ورنہ اس معاملے کی مزید وضاحت ہو جاتی۔

۵۴ یہ خط آئندہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو ضرور لکھیے، بلکہ جہاں کہیں اور بھی آپ کے خیال میں ضروری ہو، لکھ ڈالیے"[۵۵] (خط ۱۹ فروری ۱۹۱۷ء)

"حضور نظام اور مہاراجہ سرکشن پرشاد ابھی بمبئی میں ہیں۔ ۲۴؍ کو حیدرآباد جائیں گے۔ منشی دین محمد، ایڈیٹر میونسپل گزٹ، نے اپنے اخبار میں میرے متعلق بڑے زور سے لکھا تھا، اور ساتھ ہی مہاراجہ بہادر کو ایک خط بھی لکھا تھا کہ وہ کوشش کریں۔ اس خط کے جواب میں مہاراجہ بہادر نے منشی دین محمد کو لکھا ہے کہ اقبال سے ان کو بڑی عقیدت ہے، اور وہ ہر ممکن کوشش اس معاملہ میں کریں گے، اور چند روز تک ان کی کوشش کا عملی ظہور ہوگا۔ غرض کہ یہ لب لباب ان کے خط کا ہے، جو میں نے عرض کیا ہے۔ منشی دین محمد نے مہاراجہ صاحب کا خط مجھے دکھایا تھا۔ میں نے انھیں لکھا ہے۔[۵۶] زیادہ کیا عرض کروں"[۵۷] (خط ۲۲ مارچ ۱۹۱۷ء)

"اخبار مخبر دکن سے مجھے بھی معلوم ہوا ہے کہ عہدۂ ججی کے لیے چند امیدواروں کے نام حضور نظام کے سامنے پیش کیے گئے ہیں۔ آپ کو کس طرح اور کس ذریعہ سے معلوم ہوا کہ وہاں تذکرہ ہوا ہے اور مہاراجہ بہادر نے سفارش کی ہے؟ کیا آپ کو وہاں سے کوئی خط آیا ہے؟ یا آپ نے بھی اخبار مخبر دکن سے معلوم کیا ہے؟ میں نے بھی مہاراجہ بہادر کے نام پرسوں خط لکھا تھا، مگر مجھے بڑی پختہ امید نہیں، کیوں کہ جو لوگ وہاں کے ہیں، ان کو دوڑ دھوپ کے مواقع بہت حاصل ہیں، اور مقامی اثرات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ایک دور افتادہ آدمی اس اعتبار سے کوئی بڑی امید حصول مقصد کے لیے نہیں کر سکتا۔ بہر حال جو خدا کو منظور ہوگا، ہو رہے گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے"[۵۸] (خط ۱۷ اپریل ۱۹۱۷ء)

"حیدرآباد والا معاملہ ابھی بدستور ہے، یعنی اس میں خاموشی ہے۔ مہاراجہ کے خطوط آتے ہیں، مگر ان میں کوئی اشارہ کنایہ اس بارے میں نہیں ہوتا"[۵۹] (خط یکم جولائی ۱۹۱۷ء)

"اس سے پہلے خط لکھ چکا ہوں، اور آپ کی آمد کے انتظار میں ہوں۔ اب آپ کے جلدی تشریف لانے کی ایک وجہ بھی پیدا ہو گئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ حیدری صاحب کا ایک خط آیا ہے، جس کے مضمون کے متعلق

---

۵۵ مکاتیب اقبال بنام گرامی ۔ ص [illegible]

۵۶ یہ خط آئندہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے۔

۵۷ مکاتیب اقبال بنام گرامی ۔ ص ۱۱۵ ۵۸ ایضاً ۔ ص ۱۱۷

۵۹ مکاتیب اقبال ۔ مرتبہ محمد عبداللہ قریشی ۔ ص [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ سے مشورہ ضروری ہے۔ اگر آپ کے آنے کی توقع نہ ہوتی تو اس خط میں حیدری صاحب کے خط[۱۰] کا مضمون لکھتا، مگر چونکہ توقع آپ کی تشریف آوری کی ہے، اس واسطے زبانی مشورہ کروں گا۔ علاوہ اس کے اس قسم کے مضامین کے متعلق زبانی مشورہ بہتر ہوتا ہے۔ لہٰذا مہربانی کر کے جلدی تشریف لائیے۔ اگر ارادہ آنے کا نہ ہو تو لکھیے۔ مشورہ اس امر میں آپ سے بہت ضروری ہے، اور بعد مشورہ حیدری صاحب کو جواب بھی لکھنا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے"[۱۱] (خط ۱۰ جولائی ۱۹۱۷ء)

"آپ کا خط ملا۔ آپ کی رائے مناسب معلوم ہوتی ہے، میں نے حیدری صاحب کو لکھا ہے کہ حیدرآباد حاضر ہوں گا اور سب باتیں زبانی عرض کروں گا۔ مہاراجہ بہادر کو فقط یہ اطلاع دی ہے کہ حیدرآباد آتا ہوں۔ حیدری صاحب کو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کس مہینے میں مجھے بلانا چاہتے ہیں، آیا اگست میں یا ستمبر میں۔ ان کے جواب آنے پر تیاری کروں گا۔ فی الحال میں نے کسی عہدہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا اور یہ ضروری بھی نہیں، کیونکہ جب خود جانے کا ارادہ مصمم ہو گیا ہے تو خطوں میں لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سب باتیں زبانی ہو جائیں گی۔"[۱۲] (خط ۱۶ جولائی ۱۹۱۷ء)

"حیدری صاحب اگست کے دوسرے اور تیسرے ہفتے کے لیے مدراس جانے والے ہیں۔ اگست کے آخری ہفتے میں وہاں سے واپس ہوں گے۔ میں ستمبر کی یکم کو یہاں سے انشاء اللہ روانہ ہوں گا"[۱۳] (خط ۷ اگست ۱۹۱۷ء)

"مجھے ابھی شیخ عمر بخش صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ نے ہوشیار پور میں یہ خبر مشہور کی ہے کہ اقبال حیدرآباد میں ملازم ہو گیا ہے۔ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ مہربانی کر کے ایسی غلط اور بے سروپا بات کی تشہیر نہ کیجیے۔ ایک دفعہ پہلے بھی اس قسم کی خبر مشہور ہوئی تھی، اور اس کے، بذریعہ اخبار، مشہور کرنے والے مولوی ظفر علی خاں تھے۔ مجھے اس خبر کی تشہیر سے بہت نقصان ہوا[۱۴] اور تعجب ہے کہ وہ میرے دوست تھے اور اپنے خیال میں انھوں نے میرے فائدے کے لیے اس امر کی تشہیر کی تھی۔ مہربانی کر کے اس امر کا خیال رکھیے۔ اگر کوئی بات واقع میں ہو جائے تو اس

---

[۱۰] حیدری نے حیدرآباد (دکن) میں اقبال کو قانون کی پروفیسری پیش کی تھی۔

[۱۱] مکاتیب اقبال بنام گرامی۔ ص ۱۲۹ - ۱۳۰

[۱۲] ایضاً، ص ۱۳۰

[۱۳] ایضاً، ص ۱۳۲

[۱۴] اس خبر سے اقبال کے پاس مقدمات آنے کم ہو گئے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تشہیر میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن جب کچھ اصلیت نہ ہو تو اس کی تشہیر سے نہ مجھے کوئی فائدہ ہے نہ حیدر آباد کو۔[۱۴] (خط ۱۸ اگست ۱۹۱۷ء)

"... میں یہاں سے ۳۰ اگست کی رات کو (حیدر آباد) جاؤں گا ..... آپ نے حیدری صاحب کا خط نہیں بھیجا۔ پھر یاد دلاتا ہوں، کیوں کہ آپ کے آنے کی توقع نہیں ..... مہاراجہ بہادر کا بھی خط آیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ان کو بھی آپ کی رائے سے پورا اتفاق ہے، حالاں کہ میں نے کسی کو آپ کی رائے سے آگاہ نہ کیا تھا۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نظام کا چیف سیکرٹری ہو تو گرامی وزیرِ اعظم ہونے کے قابل ہے، باکم از کم معزول شدہ وزیر یا پیش کار۔"[۱۶] (خط ۲۲ اگست ۱۹۱۷ء)

"باقی رہی چیف ججی، سو اس کا کوئی امکان نہیں کہ وہاں پر یہ جگہ خالی بھی ہے! اور اگر خالی بھی ہو تو وہاں کے حق دار لوگ موجود ہیں۔ ایک گم نام خط حیدر آباد سے مجھے آیا تھا، جس میں حیدری صاحب کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا تھا۔ راقم خط کے مضمون کا لبِ لباب یہ ہے کہ ہم لوگ شب و روز دعا کر رہے ہیں کہ آپ یہاں تشریف لائیں، مگر بعض آدمی، جو بظاہر آپ کے دوست ہیں، حقیقت میں آپ کے یہاں پر آنے سے خوش نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا حیدری صاحب کا مخالف ہے۔ بہر حال ایک مدت سے اقبال اپنے سارے معاملات خدا کو سونپ چکا ہے اور اپنے آپ کو محض ایک لاش جانتا ہے، جس کی حس و حرکت خدا کے ہاتھ میں ہے۔"[۱۷]

(خط ۳ ستمبر ۱۹۱۷ء)

"میں حیدر آباد جانے کو تھا، مگر بخار کی وجہ سے رُک گیا۔ اس کے بعد حیدری صاحب کا پھر تار آیا اور میں نے پھر جانے کا قصد کیا اور ان کو تار بھی دیا کہ اکتوبر کی کسی تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوں گا، مگر کل ان کا خط آیا کہ ممکن ہو سکے تو نومبر میں آؤ۔ نومبر میں مجھے فرصت نہیں، اس واسطے اب بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ وہاں جا سکوں۔ حیدر آباد سے اور خطوط بھی مجھے آئے ہیں، جن سے وہاں کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مفصل گفتگو آپ سے اس وقت کروں گا جب آپ لاہور تشریف لائیں گے۔"[۱۸] (خط ۶ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

"حیدر آباد سے حیدری صاحب کا پھر کوئی خط نہیں آیا، البتہ مہاراجہ بہادر کا ایک خط آیا تھا۔ آپ سے ملاقات

۱۴۔ مکاتیب اقبال بنام گرامی۔ ص ۱۳۳
۱۵۔ ایضاً۔ ص ۱۳۴
۱۶۔ ایضاً۔ ص ۱۳۷
۱۷۔ ایضاً۔ ص ۱۳۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو گی تو مفصل باتیں ہوں گی [۱۹] (خط ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

"میں نے عرض کیا تھا کہ جو مفصل خط آپ کو حیدرآباد سے آیا ہے، اس کے مضمون سے مجھے آگاہ کیجیے۔ آپ نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ وہ خط آپ نے اگر تلف نہ کیا ہو تو بھیج دیجیے" [۲۰] (یہ خط ۱۳ اکتوبر اور ۱۲ دسمبر ۱۹۱۷ کے درمیان کا ہے)۔

"تھوڑے سے حالات تو حیدرآباد کے لکھنے چاہییں جو آپ کو خط سے معلوم ہوتے ہیں" [۲۱] ... (خط ۱۲ دسمبر ۱۹۱۷ء)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں کہ حیدرآباد (دکن) کی ججی نامزدگی سے پُر ہوئی تھی اور یہ نامزدگی نظام حیدرآباد نے خود کرنی تھی۔ اس کے لیے نظام کے سامنے چند نام پیش کیے گئے تھے جن میں ایک نام اقبال کا بھی تھا۔ اقبال کے علاوہ باقی جملہ نام وہاں کے مقامی امیدواروں کے تھے، اور انھوں نے وہاں ہوتے ہوئے اپنا اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا، مگر اقبال تو دکن سے بہت دور پنجاب کے شہر لاہور میں بیٹھے تھے۔ حیدرآباد (دکن) میں ان کے لیے دوڑ دھوپ کون کرتا! لہٰذا انھوں نے جو کاغذی ذریعے سے اثر و رسوخ استعمال کروانے کی کوشش کی ان میں یہ خطوط بھی شامل تھے جو انھوں نے اپنے سے عمر میں تقریباً بیس برس بڑے شاعر گرامی کو لکھے۔ ان خطوط سے واضح ہے کہ اگرچہ وہ اس منصب کے خواہش مند تھے مگر انھیں اس حقیقت کا بھی بخوبی علم تھا کہ ان کے خود حیدرآباد میں نہ ہونے کی بنا پر ان کی کامیابی کے امکانات زیادہ روشن نہیں۔ مزید برآں انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حیدرآباد (دکن) والے ایک غیر حیدرآبادی کو اتنے بڑے منصب پر کیوں فائز ہونے دیں گے۔ مگر ان رکاوٹوں کے علم کے باوجود انھوں نے اپنے دیگر دوستوں کے علاوہ گرامی کو بھی خطوط لکھے کہ وہ نظام حیدرآباد کے ہاں ان کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ لیکن جیسے جیسے دن گزرتے گئے اقبال کو اس بات کا یقین ہوتا گیا کہ اس معاملے میں گرامی کی کوشش بھی کامیاب نہ ثابت ہو گی۔

ان خطوط میں اقبال نے نہ کسی کی چاپلوسی کی ہے، نہ کوئی غلط یا ناجائز طریقہ اختیار کیا ہے، نہ خود حیدرآباد (دکن) گئے اور نہ اپنی [illegible]

---

۱۹ مکاتیب اقبال بنام گرامی۔ ص ۱۳۹

۲۰ ایضاً۔ ص ۱۴۰۔ ۱۴۱

۲۱ ایضاً۔ ص ۱۴۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنا ایک ایسا حق حاصل کرنے کی تمنا کا اظہار کیا جس کے وہ علم اور لیاقت کے لحاظ سے ہر طرح مستحق تھے۔

اس ججی کے لیے اقبال نے گرامی کے علاوہ اس وقت حیدر آباد (دکن) کے وزیر اعظم مہاراجہ سر کشن پرشاد شاد کی توجہ بھی اپنے خطوط کے ذریعے اس امر کی جانب مبذول کرائی۔ اقبال نے مہاراجہ کے نام خطوط میں بھی اپنی عزتِ نفس اور شخصی وقار کو خطرے میں نہیں ڈالا، بلکہ اپنے ان دوستانہ تعلقات کی بنا پر، جو ان کے مہاراجہ سے ۱۹۱۰ء سے تھے، مہاراجہ پر اپنی ججی کے حصول کی تمنا کا اظہار کیا، اور دوستی کی وجہ سے ان سے کہا کہ وہ ان کے اس معاملے کی وہاں دیکھ بھال کریں، مگر مہاراجہ بھی اقبال کے لیے کچھ نہ کر سکے۔

اب اُن خطوط کے ضروری حصے پیش کیے جاتے ہیں جو اس سلسلے میں اقبال نے مہاراجہ سر کشن پرشاد شاد وزیر اعظم حیدر آباد، کو لکھے تھے اور پھر ان کے جوابات میں جو کچھ شاد نے اقبال کو تحریر کیا تھا:

"ایک عریضہ چند روز ہوئے لکھا تھا، امید کہ ملاحظۂ عالی سے گزر چکا ہو گا۔ آخر منشی محمد دین (یا دین محمد؟) ایڈیٹر اخبار میونسپل گزٹ، لاہور، میرے پاس آئے۔ انھوں نے اپنے اخبار میں میرے متعلق کچھ لکھا تھا، جو اب تک میری نظر سے نہیں گزرا، مگر معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ انھوں نے مفصل بیان بھی کیا ہے، اسی مضمون کا ایک عریضہ بھی ایڈیٹر مذکور کی طرف سے سرکارِ والا کی خدمت میں لکھا گیا تھا۔ اس عریضے کا جواب منشی محمد دین صاحب نے مجھے دکھایا ہے، جس کو پڑھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ یہی والا نامہ عریضہ ہذا کے لکھنے کا محرک ہوا۔ میں نے منشی محمد دین صاحب سے یہی کہا جو سرکار نے اپنے والا نامے میں ارشاد فرمایا ہے۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ سرکارِ شاد دیں اقبال بھی آبرو رکھتا ہے۔ مگر جو کچھ انھوں نے بے غرضانہ کیا، اس کا شکریہ ادا کرنا فرضِ عین تھا، اور جو کچھ سرکار نے ان کے عریضے کے جواب میں لکھا ہے، اس کے لیے بھی اقبال سراپا احساسِ تشکر و امتنان ہے۔ اخباروں میں کئی دن سے یہ بات چکر لگا رہی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ [illegible] اخباروں اور مخبرِ دکن نے بھی لکھا ہے، مگر سرکار، میں نے عمداً اس بارے میں کوئی [illegible] سے کہ اگر کوئی امکان اس قسم کا نکلے، تو سرکار کی مساعی پر مجھے پورا اعتماد تھا [illegible] کے حالات کا مجھے متعلق علم نہ تھا۔ انہی وجوہ سے، باوجود اس بات کے [illegible] خدمت میں رہنے کا خیال مدت سے دامن گیر ہے، میں نے سرکار کی خدمت میں کچھ [illegible]

تاثیر: حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی کے لیے اقبال کا نام تجویز کیا گیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب تک اپنے معاملات میں ذاتی کوشش کو بہت کم دخل دیا ہے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو حالات کے اوپر چھوڑ دیا ہے، اور نتیجہ سے خواہ وہ کسی قسم کا ہو، خدا کے فضل و کرم سے نہیں گھبرایا۔ اس وقت بھی قلب کی کیفیت یہی ہے کہ جہاں اس کی رضا لے جائے گی، جاؤں گا۔ دل میں یہ ضرور ہے کہ اگر خدا کی نگاہِ انتخاب نے مجھے حیدر آباد کے لیے چنا ہے، تو اتفاق سے یہ انتخاب میری مرضی کے بھی عین مطابق ہے۔ گویا بالفاظِ دیگر بندہ و آقا کی رضا اس معاملے میں کلی طور پر ایک ہے[۵۲۳] (خط ۱۸ مارچ ۱۹۱۷ء)

اس خط کے آخری حصے کی سطور نے اقبال کے نظریۂ خودی اور اسلامی توکل کو پوری طرح بیان کیا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ اقبال مذکورہ ججی کے خواہاں تو ہیں مگر کسی قسم کی خوشامد یا چاپلوسی سے کام لینے کا تصور بھی نہیں رکھتے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی ہمت اور وسائل کے مطابق جدوجہد کرنے کے قائل بھی ہیں اور عامل بھی۔ کیوں کہ یہ عین اسلامی تعلیم اور خود اقبال کی خودی کے مطابق ہے، وہ اپنے اللہ کے سوا کسی انسان کو اپنی آرزو پوری کرنے والا ہرگز نہیں سمجھتے، بلکہ کامیابی اور ناکامی دونوں صورتوں میں اللہ ہی کو اس کا منبع ٹھہراتے اور اس کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد شادؔ نے اقبال کے مذکورہ خط کے جواب میں ججی کے سلسلے میں یہ لکھا تھا:

"ڈیر اقبال! کیا یہ شاد، جو اب تک بہ چشمِ ظاہری اپنے کو دور افتادہ لکھتا ہے، اس سے زیادہ اور کس بات سے دل شاد ہو سکتا ہے کہ یہ حجابِ مفارقت درمیان سے[۵۲۴] اُٹھ جائے اور ایک شہر میں رہ کر روزانہ نہ سہی ہفتے میں دو چار بار تو اقبال سے ملاقات کرتا رہے۔

"ہر حالت میں انسان نتیجے سے مجبور ہے، لیکن تدبیر پر مجازاً اور معناً بھی قادر ہے۔ میں انشاءاللہ تعالے اب تک جو کچھ انتظامات شیخ مرحوم[۵۲۵] کی خدمت کے متعلق ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں، مفصل طور پر دریافت کرنے کے بعد ہر ممکنہ کوشش کے صرف کرنے میں پہلو تہی نہ کروں گا، جس کی نسبت آپ خود خیال کر سکتے ہیں۔ خدا کرے قدرت کی نظرِ انتخاب نے آپ ہی کو اس موقع پر حیدر آباد کے لیے انتخاب کیا ہو۔ آمین![۵۲۶]" (خط ۲۵ مارچ ۱۹۱۷ء)

---

۵۲۳ شاد اقبال ــــ مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ ص ۳۸۔ ۳۷

۵۲۴ شادؔ اور اقبال دونوں، ہی ایک دوسرے کی ملاقات اور قرب کے بے حد شائق تھے۔ یہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔

۵۲۵ مراد ہے سید ہاشم بلگرامی، جن کی وفات سے حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی خالی ہوئی تھی۔

۵۲۶ شاد اقبال، مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ص ۳۹۔ ۴۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوپر والے خط کے جواب میں اقبال نے ججی سے متعلق جو کچھ لکھا وہ درج ذیل ہے :

"سرکار نے بجا ارشاد فرمایا کہ انسان تقدیر کا مجازاً اور اس پر معناً قادر ہے، مگر اس معاملے میں جس قدر تدابیر اقبال کے ذہن میں آسکتی ہیں، ان سب کا مرکز ایک وجود ہے، جس کا نامِ گرامی شادؔ ہے۔ تدبیر اور تقدیر اسی نام میں مخفی ہیں۔ پھر اقبال انشاء اللہ العزیز ہر حال میں شاد ہے، لاہور میں ہو یا حیدر آباد میں : ع

"اگر نزدیک و گر دورم غبارِ آں سر کویم" (بیدل)

"یہاں پنجاب اور یو پی کے اخباروں میں چرچا ہوا تو دُور دُور سے مبارک باد کے تار بھی اُڑ گئے، اور اضلاع پنجاب کے اہل مقدمات، جن کے مقدمات میرے سپرد ہیں، ان کو گونہ پریشانی ہوئی۔ بہر حال رضاء مولا از ہمہ اولیٰ"[۲۷] (خط ۱۰ اپریل ۱۹۱۷ء)

اقبال کے اس خط کے جواب میں شادؔ نے جو خط لکھا تھا اگرچہ وہ مختصر ہے، مگر اس میں شاد نے اقبال کو در پردہ کہہ دیا تھا کہ حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی کا حصول ایک دشوار کام ہے۔ ملاحظہ ہو :

"بے شک انسان تدبیر کا مجاز ہے اور اس کو عمل میں لانے کے لیے قادر ہے، مگر اس کے ساتھ ہی (ایک) قوت اور بھی ہے، جو تدبیر کی ضد ہے، پوری قوت سے کام لیتی ہے، اور وہ تقدیر ہے۔ اگر تقدیر بھی تدبیر کی ہم خیال و ہم نوا ہوگی، تو اس کے لیے وقت کی ضرورت ہے، جس کا راز کل امر مرھون باوقاتھا کے معنوں میں پوشیدہ ہے"[۲۸] (خط ۱۴ اپریل ۱۹۱۷ء)

شادؔ کے اس خط کا بظاہر مفہوم یہ ہے کہ اقبال کے مقصد کے حصول میں ابھی کچھ وقت لگے گا لہٰذا اقبال کو اس مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ مگر اصل بات یہ نہیں، بلکہ شادؔ نے یہ کہا ہے کہ اقبال نے تدبیر کا ذکر کر کے اس (شادؔ) کو کوشش کرنے کے لیے کہا ہے، لیکن وہ (شادؔ) اس سلسلے میں یوں مجبور ہے کہ تدبیر تقدیر کے تابع ہوتی ہے، اور پھر ہر کام کے لیے قدرت نے وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس معاملے میں شادؔ کی تدبیر نہیں چلے گی، کیوں کہ جن حالات کو وہ (شادؔ) حیدر آباد (دکن) میں دیکھتا اور جانتا ہے اور اقبال جن سے بے خبر ہیں، ان کی روشنی میں تقدیر اقبال کے حق میں نہیں ہے، اس لیے اقبال کو مستقبل میں اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے جب تقدیر انھیں ججی یا کسی دوسرے ایسے ہی منصب کے لیے چنے گی۔

---

۲۷ شاد اقبال، مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور۔ ص ۴۲، ۴۳ ۲۸ ایضاً۔ ص ۴۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال نے جب دیکھا کہ نظام کے سامنے ان کے نام کے ساتھ کچھ اور نام بھی ججی کے لیے پیش کیے گئے ہیں، تو انھوں نے اپنی اہمیت اور علمی و لیاقتی فضیلت کے احساس کو بیدار کرنے کے لیے یہ لکھا:

"ایک عریضہ اس سے پہلے ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ امید کہ پہنچ کر ملاحظہ عالی سے گزرا ہوگا۔ مخبر دکن سے معلوم ہوا کہ حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی کے لیے چند نام حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں، جن میں ایک نام خاکسار کا بھی ہے۔ اس خیال سے کہ میرا نام اور ناموں کے ساتھ پیش ہوا ہے اور یہ ایک قسم کا مقابلہ ہے، چند امور آپ کے گوش گزار کرنا ضروری ہیں، جن کا علم ممکن ہو سرکار کو نہ ہو۔ ممکن ہے کہ حضور نظام ان امور سے متعلق سرکار سے استفسار فرمائیں۔

"اس جگہ (ججی) کے لیے فلسفہ دانی کی چنداں ضرورت نہیں، تاہم یہ کہنا ضروری ہے کہ اس میں میں نے ہندوستان اور یورپ کے اعلیٰ ترین امتحان انگلستان (کیمبرج)، جرمنی (میونک) یونیورسٹیوں کے پاس کیے ہیں۔ انگلستان سے واپس آنے پر لاہور گورنمنٹ کالج میں مجھے فلسفے کا اعلیٰ پروفیسر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ کام میں نے اٹھارہ ماہ تک کیا اور یہاں کی اعلیٰ ترین جماعتوں کو اس فن کی تعلیم دی۔ گورنمنٹ نے بعد ازاں یہ جگہ مجھے آفر بھی کی، مگر میں نے انکار کر دیا۔ میری ضرورت گورنمنٹ کالج کو کس قدر تھی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو جائے گا کہ پروفیسری کے تقرر کی وجہ سے میں صبح کچہری نہ جا سکتا تھا۔ ججان ہائی کورٹ کو گورنمنٹ کی طرف سے ہدایت کی گئی کہ میرے تمام مقدمات دن کے پچھلے حصے میں پیش ہوا کریں۔ چنانچہ اٹھارہ ماہ تک اس پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ مگر اس عہدہ کے لیے جو حیدر آباد میں خالی ہوا ہے غالباً عربی دانی کی ضرورت ہوگی۔ اس کے متعلق یہ امر سرکار کے گوش گزار کرنا ضروری ہے کہ عربی زبان کے امتحانات میں میں پنجاب میں اوّل رہا۔ انگلستان میں مجھ کو عارضی طور پر چھ ماہ کے لیے لندن یونیورسٹی کا عربی کا پروفیسر مقرر کیا گیا، اور اب بھی ہوں۔ امسال الہ آباد یونیورسٹی کے ایم۔ اے کے دو پرچے میرے پاس تھے۔ پنجاب میں بی۔ اے کی فارسی کا ایک پرچہ اور ایم۔ اے فلسفے کے دو پرچے میرے پاس ہیں۔ علاوہ ان مضامین کے میں نے پنجاب گورنمنٹ کالج میں علم اقتصاد، تاریخ اور انگریزی بی۔ اے اور ایم۔ اے کی جماعتوں کو پڑھائی ہے، اور حکام بالا سے تحسین حاصل کی ہے۔

"تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی ایک عرصہ سے جاری ہے۔ علم الاقتصاد پر اردو میں سب سے پہلے مستند کتاب میں نے لکھی۔ انگریزی میں چھوٹی چھوٹی تصانیف کے علاوہ ایک مفصل رسالہ "فلسفۂ ایران" پر بھی لکھا ہے، جو انگلستان میں شائع ہوا تھا۔ میرے پاس اس وقت یہ کتابیں موجود نہیں، ورنہ ایصالِ خدمت کرتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" باقی جو کچھ میرے حالات ہیں، وہ سرکار پر بخوبی روشن ہیں، ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقۂ اسلام میں اس وقت ایک مفصل کتاب بزبانِ انگریزی زیرِ تصنیف ہے، جس کے لیے میں نے مصر و شام و عرب سے مصالحہ جمع کیا ہے، جو انشاء اللہ بشرطِ زندگی شائع ہوگی، اور مجھے یقین ہے کہ اپنے موضوع میں ایک بے نظیر کتاب ہوگی۔ میرا ارادہ ہے کہ اس کتاب کو تفصیل مسائل کے اعتبار سے ایسا ہی بناؤں جیسی کہ امام نسفی کی مبسوط ہے جو ساٹھ جلدوں میں لکھی گئی ہے۔" [۲۹] (خط ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء)

جولائی ۱۹۱۷ء میں مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد کو اقبال لکھتے ہیں:

" حیدری صاحب قبلہ نے پھر حیدرآباد آنے کی دعوت دی ہے۔ چیف کورٹ لاہور بھی بند ہونے والا ہے اور میرا دل بھی چند روز کی آوارگی چاہتا ہے، اس واسطے میں نے ان کی دعوت قبول کرلی ہے۔ انشاء اللہ اگست یا ستمبر میں حاضر ہوں گا۔ کیا سرکار بھی ان مہینوں میں حیدرآباد میں قیام فرما ہوں گے، یا کہیں اور تشریف لے جانے کا قصد ہے۔" [۳۰] (خط ۱۶ جولائی ۱۹۱۷ء)

اس کے بعد کے خط میں دوبارہ حیدری صاحب کا یوں ذکر کیا ہے:

" انشاء اللہ اگست کے مہینے میں حاضر ہوں گا۔ حیدری صاحب کے خط کا انتظار ہے۔ ان کا جواب آنے پر کوئی تاریخ مقرر کروں گا اور سرکار کو بھی مطلع کروں گا۔ انشاء اللہ جس روز وہاں پہنچوں گا، اسی روز آستانۂ شاد کا طواف ہوگا۔

" حیدری صاحب نے جس امر کے لیے مجھے دعوت دی ہے، اس کے متعلق بھی سرکار سے وہیں مشورہ ہوگا۔ پہلے خیال تھا کہ عریضے میں سب کچھ عرض کروں، مگر بعد غور یہی طے ہوا کہ بالمشافہ گفتگو کرنا مناسب و موزوں تر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سرکار اپنی جبلی فراست و سیاست سے بہت حد تک معلوم کر گئے ہوں گے کہ کیا امر ہے۔ میری ذاتی قوتِ فیصلہ ناتواں ہے، اس لیے شاد کی رائے صحیح سے استمداد ضروری ہے۔" [۳۱] (خط ۲۷ جولائی ۱۹۱۷ء)

پھر شاد کے جواب میں اقبال نے جو جواب تحریر کیا، اس میں حیدری صاحب کے حوالے سے ذکر میں آنے والی بات کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

---

۲۹ شاد اقبال۔ مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور۔ ص ۴۴-۴۶

۳۰ ایضاً۔ ص ۵۵ ۳۱ ایضاً۔ ص ۵۹-۶۰

© rasailojaraid.com

"حیدری صاحب نے، جیسا کہ میں نے گزشتہ عریضے میں عرض کیا تھا، مجھے قانون کی پروفیسری پیش کی ہے یہ پوچھا کہ اگر پرائیویٹ پریکٹس کی بھی ساتھ اجازت ہو تو کیا تنخواہ لوگے۔ مجھے یہ معلوم نہیں میر مجلس عدالت العالیہ خالی ہے، نہ اس کے متعلق انھوں نے اپنے خط میں کوئی اشارہ کیا ہے، لیکن اگر ایسا ہو جائے تو میں قانون کی پروفیسری پرائیویٹ پریکٹس پر ترجیح دوں گا۔ آپ سے حیدری صاحب ملیں تو بر سبیل تذکرہ ان کی توجہ اس طرف دلائیں یعنی اگر سرکار ان سے یہ تذکرہ کرنا مناسب خیال کریں تو ممکن ہے کہ آپ کا ان سے پہلے اس امر کے متعلق تذکرہ بھی آچکا ہو۔ اگر ایسا اتفاق ہوا ہو، اگر سرکار اسے مناسب خیال فرمائیں، تو یہ اب وقت[۵۳۲] ہے کہ انھوں نے خود ملازمت کے لیے مجھے لکھا ہے، اس قسم کے کے لیے نہایت موزوں معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال یہ سب کچھ سرکار کی رائے پر منحصر ہے۔ اقبال خواہ لاہور میں ہو خواہ حیدر آباد میں، خواہ مریخ ستارے میں، وہ غیر محسوس روحانی پیوند، جو اس کو سرکار سے ہے، انشاء اللہ العزیز قائم رہے گا، نہ دقت دیرینہ کر سکتا ہے، نہ تعلقات اسے کمزور کر سکتے ہیں۔ مجھے تو حیدر آباد آنے کی سب سے بڑی خوشی اس امر کی ہے، کہ سرکار سے اکثر ملاقات ہوا کرے گی، اور سرکار کے علمی و ادبی مشاغل سے گونہ رابطہ رہے گا۔ باقی رہی اقبال کی بیرسٹری یا اور کوئی ہنر جو اس بے ہنر میں ہے، وہ سب کی خدمت کے لیے وقف ہے۔ اگر یہ بندہ ناچیز وہاں قیام پذیر ہو گیا اور حالاتِ زمانہ مساعدت کی تو انشاء اللہ اقبال شاد کے کام آئے گا۔"[۵۳۳] (خط ۱۴ اگست ۱۹۱۷ء)

اس خط میں یہ امر کھل کر سامنے آگیا ہے کہ حیدری نے اقبال کو حیدر آباد میں قانون کی پروفیسری پیش کی اور ساتھ ہی انھیں پرائیویٹ پریکٹس کرنے کی بھی اجازت تھی۔ اس میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ حیدری کی اقبال کو یہ پیش کش نظام حیدر آباد کی ایما سے ہوئی ہوگی، کیوں کہ ریاستوں میں ہر ملازمت والیِ ریاست ہی پُر کرنے کا مجاز ہوتا تھا، مگر اقبال تو جج کے خواہاں تھے پھر قانون کی پروفیسری درمیان میں کہاں سے آگئی! اگر ہم اقبال کے ان خطوط کا بغور مطالعہ کریں جو انھوں نے حیدر آباد اور خصوصاً دربارِ حیدر آباد سے منسلک لوگوں کو لکھے تو پتا چلتا ہے کہ اقبال وہاں کی کئی ایک اہم شخصیتوں کے نزدیک ایک قدر آور شخصیت تھے۔ پھر سرزمینِ پاک و ہند تو کجا اقبال تو اس وقت بھی بین الاقوامی شخصیت بن چکے تھے لامحالہ نظام حیدر آباد کا ان سے متاثر ہونا قدرتی امر تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ نظام بھی (اپنی ذات کو نقصان پہنچائے بغیر) اسلام کے شیدائی تھے اور اقبال بھی، اور نظام حیدر آباد اقبال کی اسلامی فکر اور خدمات سے آگاہ تھے۔ ان باتوں کے علاوہ نظام کے درباری شاعر گرامی، وزیر اعظم سر کشن پرشاد شاد اور سر اکبر حیدری ایسے نمایاں اور اہم افراد اقبال کے گہرے دوست اور ان کی لیاقت کی بنا پر خواہاں تھے کہ انھیں حیدر آباد ہائی کورٹ کی جج مل جائے لیکن یہ خدا کو منظور نہ تھی۔

(باقی آئندہ)

---

۵۳۲ یعنی اقبال کے لیے جج کی کوشش کی جائے

۵۳۳ شاد اقبال - مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور - ص ۶۱، ۶۲

© rasailojaraid.com